آؤ مل کر کام کریں

فرض تعلیم عام کریں

خیر الناس من ینفع الناس

لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کیلئے نفع کا باعث ہو

(حدیث)

خطبہ جمعۃ المبارک

خصوصی کاوش

جماعت علماءِ اہلسنت لاہور

رابطہ نمبر

0308-0453730, 0321-7268527, 0321-7268528

ولی کی تعریف اور اسکی پہچان!

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ تَبَارَکَ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ.) صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الرَّؤُوْفُ الرَّحِیْمُ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ
اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَامَحْبُوْب رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ولی کی تعریف اور اسکی پہچان!

اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ.

”بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے۔“ (یونس، 62:10)

اسی طرح حدیث مبارکہ ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ أَوْلِیَاءِ اللّٰہِ؟ فَقَالَ: الَّذِیْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ. رَوَاہُ النِّسَائِیُّ.

”حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولیاء اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جنہیں دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے (وہ اولیاء اللہ ہیں)۔“ (اخرجہ النسائی فی السنن الکبری، سورہ یونس، الرقم: 11235، 6/362،)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، أَیُّ جُلَسَائِنَا خَیْرٌ؟ قَالَ: مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللّٰہَ رُؤْیَتُہُ وَزَادَ فِی عِلْمِکُمْ مَنْطِقُھُ وَذَکَّرَکُمْ بِالْآخِرَۃِ عَمَلُہُ. رَوَاہُ أَبُوْ یَعْلَی وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَنَحْوَہُ أَبُوْ نُعَیْمٍ.

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ!

ہمارے بہترین ہم نشین کون ہے؟ فرمایا: وہ جس کا دیدار تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے اور جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔''

(اخرجہ أبو یعلی فی المسند، 4/326، الرقم: 2437)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے لوگ ہونگے کہ جو نہ تو نبی ہونگے اور نہ شہید مگر اتنے اونچے مقام پر اللہ کے قرب میں بیٹھیں ہوں گے کہ جس پر قیامت کے دن نبی اور شہید بھی رشک کریں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے لیے ذرا ان کی وضاحت کیجئے، ان کی علامت بیان کریں، تا کہ ہم ان کو پہچان سکیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ یہ سوال سن کر آقا علیہ السلام کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا:

''وہ مختلف قبائل مختلف شہروں اور مختلف علاقوں سے ہونگے، ان کے درمیان خونی رشتہ داری نہ ہوگی، وہ صفا قلب رکھتے ہونگے، اور قیامت کے دن جب وہ آئیں گے تو اللہ فرمائے گا کہ ان کے لیے نور کے صوفے، کرسیاں اور منبر بچھادو، اللہ پاک اپنے دست کرامت سے ان کو نور کی کرسیوں پر بیٹھائے گا۔ پھر اللہ ان کے چہرے کو نور کر دے گا، اُن کے چہروں سے سورج کی طرح نور نکلے گا اور ان کے لباس نور ہو جائیں گے۔''

ہر شخص قیامت کے دن جب تھر تھر کانپ رہا ہوگا، ان لوگوں کو کوئی خوف نہ ہوگا، لوگ غم زدہ ہونگے یہ غم زدہ نہ ہونگے، یہ سن کر صحابہ کرام ہیجان میں تھے کہ ابھی آگے بات کھلے کہ یہ کون ہیں تب آقا علیہ السلام نے پردہ اٹھایا اور آیت پڑھی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ''خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔'' (یونس، 62:10)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کی پیروی کرنے، ارادت رکھنے والے کو کیا ملے گا، آقا علیہ السلام نے وہ عقدہ بھی حل کر دیا۔

ابو حازم روایت کرتے ہیں اور متفق علیہ حدیث ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

پھر وہ اپنے تعلق والے کا ہاتھ پکڑ لیں گے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے گا، دوسرا تیسرے کا، تیسرا چوتھے کا، چوتھا پانچویں گا، ہاتھوں کی زنجیر بنائیں گے۔ پہلا شخص اس وقت تک جنت میں قدم نہیں رکھے گا، جب تک اس زنجیر کا آخری شخص جنت میں نہ چلا جائے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے میری امت میں ستر ہزار لوگ ہیں جن پر حساب و کتاب نہ ہوگا اور قیامت کے دن ان کے

چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہونگے، اور وہ اپنے ساتھ ستر ستر ہزار لوگوں کو جنت میں لے جائیں گے۔اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا! اللہ نے جب یہ دیا۔تو آپ نے زیادہ نہیں مانگا،تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ یہ دے چکا میں نے مزید مانگا، میرے مولا میری امت کے لیے اور دے۔

اللہ نے کہا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے اولیاء بغیر حساب و کتاب کے قطار اندر قطار جائیں گئے، مزید دیتا ہوں کہ ان میں سے ایک ایک ولی اپنے ساتھ ستر ستر ہزار لے کر جائے گا۔(احمد بن حنبل، المسند، 6:1، رقم:22)

یہ لوگ اللہ کے ذکر کی چابی ہیں، اس لیے کہ وہ لاکھوں لوگوں کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے روشن کرتے ہیں۔

خواجہ غریب نواز کا ایک قول ہے کہ مجھے میرے شیخ نے کہا کہ جس شخص کے اندر تین باتیں پیدا ہو جائیں، وہ خدا کا ولی ہو جاتا ہے۔

1) جس کے دل میں سمندوں جیسی سخاوت اور وسعت آجائے:

یعنی سمندر پر جب کوئی پانی لینے کے لیے آتا ہے تو وہ نہیں پوچھتا کہ مسلمان ہو، ہندو، یہودی، عیسائی، سکھ یا بدھ مت کے پیروکار ہو، سمندر کا معنی یہ ہے کہ جو آئے اور بھر کے لے جائے۔دلوں کی وسعت سمندوں جیسی ہو جائے اور بندہ لوگوں کی خطائیں اور غلطیاں نظر انداز کر کے سمندر کی طرح سینہ کھول دے۔

2) جس کی شفقت آفتاب جیسی ہو جائے:

اس سے مراد یہ ہے جب سورج نکلتا ہے، تو وہ اپنی شعاعیں ڈالنے کے لیے اپنے، پرائے میں تمیز نہیں کرتا، نہیں دیکھتا کہ یہ مسلمان کی زمین ہے لہذا یہاں اپنی روشنی کرے اور یہ ہندو کی زمین ہے یہاں نہ کرے، بلکہ اس کی روشنی سب کے لیے برابر ہوتی ہے۔

3) جس میں زمین جیسی تواضع ہو:

زمین کی عاجزی یہ ہے کہ زمین پر برا آدمی چلے تو بھی بچھی رہتی ہے، نیک چلے تب بھی بچھی رہتی ہے، غرض ہندو، یہودی، مسلم، عیسائی، بدھ مت، سکھ جو بھی چلے حتی کہ وہ جو خدا کو ہی نہیں مانتا، تب بھی زمین بچھی رہتی ہے تو اسی طرح ولی اچھے، نیک، برے سب کے سامنے تواضع میں رہتا ہے۔

جس آدمی میں تین خوبیاں پیدا ہو جائیں، فرمایا وہ اللہ کا ولی ہو جاتا ہے

ولایت اور ولی کا معنی و مفہوم

ولایت کے چار معنی ہیں اور اس رو سے ولی کے بھی چار معنی ہیں جو ذیل میں بیان کیے جارہے ہیں:

1) ولایت کا پہلا معنی 'محبت' ہے۔اس لحاظ سے ولی محبت کرنے والے کو کہتے ہیں۔

2) ولایت کا دوسرا معنی 'قربت' ہے۔اس رو سے ولی 'اقرب' یعنی قریب والے کو کہتے ہیں۔ ماں باپ ولی ہیں، دادا، نانا ولی ہیں۔اس لیے اقرباء کو اولیاء کہتے ہیں۔

3) ولایت کا تیسرا معنی 'کفالت' ہے۔مثلاً: جب کوئی کہتا ہے کہ فلاں فلاں کی ولایت میں ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی نگرانی میں ہے۔

4) ولایت کا چوتھا معنی مدد و نصرت بھی ہے۔اس معنی کی رو سے ولی، مددگار کو کہتے ہیں۔

ولایت کے مذکورہ چار معانی کی روشنی میں ہی ولی کا معنی متعین ہوتا ہے۔ان معانی کی وضاحت بیان کی جارہی ہے

1۔ولی: اللہ کا محب ومحبوب بندہ:

ولایت کے پہلے معنی 'محبت ومؤدت' کے لحاظ سے ولی وہ شخص ہے جس کی محبت خالصتاً اللہ کے لئے ہو جائے اور نتیجتاً اللہ بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔اللہ رب العزت نے فرمایا یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ

'وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے'۔(المائدہ، 54:5)

معلوم ہوا کہ جب تک دوطرفہ رشتۂ محبت بین العبد والمعبود، بین الخالق والمخلوق قائم نہ ہو جائے، اس وقت تک بندہ اللہ کا ولی نہیں بنتا۔گویا جو بندہ خالصتاً اللہ سے محبت کرے اور اس کی محبت کا مرکز ومحور اللہ کی ذات ہو جائے تو اس کو ولی کہتے ہیں۔

2۔ولی: اللہ کا مقرب ترین بندہ:

ولایت کے دوسرے معنی 'قربت' کے تناظر میں ولی کا معنی یہ ہوگا کہ جس شخص کو اللہ اپنے قریب کرلے اور وہ بندہ اللہ کے قریب ہو جائے یعنی دنیا سے اس کا دل دور ہو جائے، حرص، لالچ، دنیا کی رغبت، دنیا کی ہوس، حسد، کبر، بغض، عناد، دشمنیوں، غیبتوں، چغلیوں، لوٹ مار، گناہ، فسق وفجور، الغرض ہر شے سے اس کا دل دور ہو جائے اور ہر چیز سے دور ہوکر وہ ظاہراً و باطناً صرف اللہ کے قریب ہو جائے۔جب بندے کو ظاہر و باطن میں اللہ کا قرب مل جاتا ہے اور اس کا قلب، نفس، روح، ظاہر، باطن اللہ کے قریب ہو جاتا ہے تو وہ قربتِ الٰہیہ کی وجہ سے اللہ کا ولی ہو جاتا ہے اور پھر اللہ بھی اس کے قریب ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارک کے مطابق جب یہ بندہ ایک قدم اللہ کی طرف بڑھتا ہے تو اللہ اس کی طرف اپنی شان کے لائق کئی قدم بڑھتا ہے۔پس اللہ کے اس قرب کی وجہ سے وہ بندہ ولایت کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔

3۔ولی: اللہ کی رضا پر راضی بندہ:

ولایت کا تیسرا معنیٰ 'کفالت اور سپردگی' ہے۔اس معنی کی رو سے جو بندہ خود کو اللہ کے سپرد کر دے، اپنی مرضی چھوڑ دے، اللہ کی مرضی کو اپنے اوپر نافذ کر دے، اپنی ترجیحات کو ترک کر دے اور اللہ کے امر اور شریعت کی ترجیحات کو غالب کر دے، حلال و حرام، جائز و ناجائز اور اللہ کی رضا و ناراضی کو ہر قدم پر ملحوظ رکھے، اسے ولی کہتے ہیں۔

تمام امور میں اللہ کے اوامر و نواہی اور معاملاتِ زندگی میں بندہ جب شریعت کے احکام کی پیروی اس طرح کرے کہ اپنی زندگی اللہ کے امر کی نگرانی اور کفالت میں دے دے، خود سے فناء ہو جائے اور خود کو اللہ کے امر کے سپرد کر دے تو اللہ اس کا کفیل بن جاتا ہے۔

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'بندے کو چاہئے کہ خود کو اللہ کی کفالت، نگرانی میں اس طرح دے دے جیسے مُردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے'۔

یعنی جس طرح غسّال میت کو نہلاتا ہے، اسے الٹا سیدھا، دائیں بائیں پلٹتا ہے، اس وقت اس مُردے کی مرضی نہیں رہتی بلکہ وہ مکمل طور پر غسّال کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اسی طرح بندہ بھی اپنے آپ کو اپنے مولیٰ کے سپرد کر دے اور اُس کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اس کی تعلیمات و احکامات کو اپنے ہر معاملہ پر غالب کر دے۔ اس لیے کہ مُردہ کہتے ہی اس کو ہیں جس کی مرضی نہ رہے، جس کی اپنی حرکت اور ترجیح نہ رہے، غسّال جیسے چاہے، اپنی مرضی مُردے پر چلاتا ہے۔ گویا جب تک بندہ بشکلِ مُردہ اپنے آپ کو اللہ کے امر کے سپرد نہ کر دے، ولایت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب اللہ کا امر اس پر اس طرح چلے جیسے غسّال کا امر مُردے پر چلتا ہے تو اللہ کا امر چاہے اسے الٹائے یا پلٹائے، بیمار کرے یا صحت مند کرے، عزت دے یا عزت لے لے، نعمت دے یا چھین لے، وہ جس حال میں رکھے، بندہ اپنی مرضی کو فنا اور اللہ کی مرضی کے ساتھ بقا ہو جائے تب وہ اللہ کی کامل کفالت اور نگرانی میں ہوتا ہے اور نتیجتاً کائنات کی ہر چیز اس بندے کی مطیع ہو جاتی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها، و رجله التی یمشی بها.

'میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے'۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقائق، باب التواضع، ج:5،ص:2384،رقم:6137)

اب چونکہ اس کے اپنے کان اور سماعت نہ رہی، لہذا اب وہ وہی کچھ سنتا ہے جو اللہ اُسے سنانا چاہتا ہے اور جو بات اللہ اُسے سنانا نہیں چاہتا، اس سے وہ بہرہ ہوجاتا ہے۔ وہ وہی کچھ دیکھتا ہے جو اللہ دکھانا چاہتا ہے اور جس کو دیکھنے سے اللہ نے روکا ہے، اس سے اس کی آنکھ ہی بند ہوجاتی ہے۔ الغرض اُس کے ہاتھ، پاؤں اور دل تک اللہ کی رضا کے تابع ہوجاتے ہیں اور وہی امور سرانجام دیتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔ جب بندہ اس طرح کاملاً اللہ کی کفالت ونگرانی میں آجائے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی نگرانی میں لے لے تو اس مقام کو ولایت اور اس بندے کو ولی کہتے ہیں۔

4۔ولی: اللہ کی مدد ونصرت کا حامل بندہ:

ولایت کا چوتھا معنیٰ 'نصرت و مدد' کے ہیں اور ولی مددگار کو کہتے ہیں۔ ولی وہ ہوتا ہے جو اپنا مددگار خود نہیں رہتا بلکہ اللہ کی مدد سے جیتا ہے، اللہ کی مدد سے رہتا ہے اور اللہ اس کا مددگار ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ.

'اور وہی صلحاء کی بھی نصرت وولایت فرماتا ہے'۔ (الاعراف، 196:7)

ایک اور مقام پر فرمایا: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.

'یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ان لوگوں کا ولی ومددگار ہے جو ایمان لائے ہیں'۔ (محمد، 11:47)

برادران اسلام!

اللہ جب اپنے ولی کا مددگار ہوجاتا ہے تو پھر بندہ اپنی مدد آپ نہیں کرتا۔ اللہ جو چاہے کرے اور جو نہ چاہے، نہ کرے، بندہ کسی بھی حالت میں اس کا شکوہ نہیں کرتا۔ اللہ کے بندہ اور ولی کی مثال ایک کلہاڑے کی سی ہے۔ کلہاڑا سارے جنگل کو کاٹتا ہے مگر اپنے دستے کو نہیں کاٹ سکتا، اس لیے کہ جب تک دستہ اس کلہاڑے کے اندر ہے، اُسے اس ہی کے ذریعہ نہیں کاٹا جاسکتا۔ جس طرح کلہاڑا اپنا دستہ خود نہیں کاٹ سکتا، اسی طرح ولی اللہ باقی پورے عالم کا مددگار ہوتا ہے مگر اپنی ذات کا مددگار نہیں رہتا۔ وہ خود اگر بیمار ہوگا تو خود کو دم نہیں کرے گا بلکہ اللہ کی مشیت پر چھوڑ دے گا اور طریقِ سنت پر عمل کرے گا اور علاج کروائے گا جبکہ باقی سارے بیماروں کو اس کے ایک دم سے اللہ شفایابی دیتا رہے گا۔ اسی طرح اگر وہ خود فاقے میں ہے تو کئی دن فاقے میں گزار دیتا ہے لیکن اپنے لئے روحانی توجہات سے اسباب حاصل نہیں کرے گا لیکن اگر لوگ فاقہ کی حالت میں اس کے پاس آئیں گے تو اس کی دعا سے ان کی تقدیریں بدلتی رہیں گی۔ یعنی ولایت کا مطلب ہے کہ بندہ اپنا مددگار خود نہیں رہتا، بلکہ اللہ اس کا مددگار ہوجاتا ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کوئی شخص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ خاموشی سے بیٹھے رہے اور اس کو کوئی بھی جواب نہ دیا۔ آقا علیہ السلام سرِ انور نیچے کرکے مسکراتے رہے۔ کچھ دیر گزری تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اس شخص کی بات کا جواب دیا۔ اس پر آقا علیہ السلام اس مجلس سے اٹھ کر گھر تشریف لے آئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ شاید میرے جواب دینے کو آقا علیہ السلام نے ناگوار محسوس فرمایا، اس لیے مجلس سے چلے آئے ہیں۔ عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ماجرا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے آئے؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: ابوبکر! جب تک وہ شخص تمہیں گالیاں دے رہا تھا اور تم خاموش تھے، یعنی اپنا دفاع خود نہیں کررہے تھے، اپنی مدد خود نہیں کررہے تھے تو اللہ نے فرشتوں کو مقرر کر رکھا تھا اور وہ تمہاری طرف سے جواب دے رہے تھے۔ میں فرشتوں کے اس جواب کو سن کر مسکرا رہا تھا لیکن جب تم نے اس شخص کی ایک بات کا جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب یہ خود اپنا کفیل ہوگیا ہے، اپنا دفاع خود کرنے لگ گیا ہے لہذا فرشتو! تم واپس آجاؤ۔ پس اس پر میں دُکھی ہوکر گھر چلا آیا۔

سمجھانا یہ مقصود ہے کہ اللہ کا ولی اگر اپنا دفاع خود کرے تو اللہ اس کے دفاع اور مدد سے ہاتھ اٹھالیتا ہے۔ اس لئے اللہ کا ولی اپنا دفاع اور مدد خود نہیں کرتا، لوگ جو چاہیں کریں، وہ خاموش رہتا ہے۔ اس صورت حال میں رب خود اس کا دفاع بھی کرتا ہے اور اس کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کا اعلان بھی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے ولی کا دل ہروقت دعا گو ہی رہتا ہے، ولی ہر ایک سے مسکرا کر ملتا ہے، دعا دیتا ہے، کسی سے غیض وغضب نہیں کرتا۔

امام ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوعلی الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں:

ولی وہ ہے جو اپنے حال اور جان سے فنا ہوجائے اور مشاہدۂ حق میں اس کو بقاء نصیب ہوجائے یعنی وہ اپنے معاملات کا خود حاکم اور متصرف نہیں ہوتا بلکہ توکل اور تفویض کے اس درجے پر پہنچتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے معاملات سے علی طریق التوکل، علی طریق الرضا، علی طریق التفویض فنا ہوجاتا ہے۔ اپنی پسند و ناپسند کو فنا کردیتا ہے، کسی کی کوئی چغلی، شکایت، نفس کی اشتعال انگیزی، کسی پر کیچڑ اچھالنا، کسی کے اوپر گفتگو اور نقد و جرح کرنا، یہ صوفیا اور اولیاء کا کام نہیں ہے بلکہ یہ نفس اور شیطان کا کام ہے۔ جب ولی اپنے حال سے فانی ہوگیا تو اسے اب کسی پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ کسی کے بارے تجسس نہیں کرتا بلکہ اللہ کے مشاہدہ، امر اور اس کی رضا میں باقی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اس کے تمام امور کی نگرانی اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ اللہ اس کے امور کی نگرانی اس طرح فرماتا ہے کہ اُسے اپنے احوال کی خبر نہیں رہتی اور وہ کسی اور جگہ قرار نہیں پاتا، اس کی طبیعت پنجرے میں بند پرندے کی طرح تڑپتی رہتی ہے۔

ولیوں کی ولایت تین طرح کی ہوتی ہے۔

(1) وھبی ولایت'

(2) عطائی ولایت'

(3) کسبی ولایت

(1) وھبی ولایت وہ ہوتی ہے جو کسی خوش بخت کو پیدائشی طور پر نصیب ہوتی ہے جیسے حضرت سیّدہ بی بی مریم علیہا السلام، حضرت ابوالحسن خرقانیؒ اور غوثِ اعظمؒ وغیرہم۔

(2) عطائی ولایت وہ ہوتی ہے جو کسی خوش نصیب کو چلتے چلتے بعنایتِ خداوندی ملتی ہے جیسے حضرت فضیل بن عیاضؒ اور بشر حافیؒ وغیرہم۔

(3) کسبی ولایت وہ ہوتی ہے جو کسی خوش نصیب کو شب و روز مجاہدے اور عبادات کرنے اَوراد و وظائف کے پڑھنے اور رسولِ کریم کی اِتباع کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

سورۃ الفرقان میں اللہ نے اپنے بندوں کی تعریف کرتے ہوئے اُن کے درج ذیل اَوصاف بیان فرمائے ہیں:

(1) وہ زمین پر آہستگی' عاجزی اور انکساری سے چلتے ہیں

(2) جب جاہل اُن سے کج بحثی کرتے ہیں تو وہ بس سلام کہہ دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اُنہیں راہ ہدایت نصیب ہو جائے

(3) وہ اپنی راتیں اپنے ربِّ کریم کے حضور سجدے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں

(4) اللہ کے عذاب سے پناہ چاہتے ہیں

(5) وہ فضول خرچ نہیں ہوتے

(6) وہ کنجوس نہیں ہوتے بلکہ

(7) درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں (ہر اچھے کام میں خرچ کرتے ہیں۔ کیونکہ نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہوتا)،

(8) وہ اللہ تعالیٰ (معبودِ برحق) کے سوا کسی معبودِ باطل کی عبادت نہیں کرتے'

(9) جس جان کی حرمت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اُس کو ناحق قتل نہیں کرتے'

(10) بدکاری نہیں کرتے'

(11) جھوٹی گواہی نہیں دیتے'

(12) بے ہودہ باتوں کو نہ سُنتے ہیں' نہ بے ہودہ کام کرتے ہیں اور اگر کہیں ایسا واقعہ ہو تو وہاں سے بڑی شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں'

(13) جب اُنہیں رَبِّ کائنات کی آیاتِ مبارکہ یاد دِلائی جاتی ہیں تو اَندھے اور بہرے بن کر نہیں سُنتے بلکہ غور وفکر کرتے ہیں'

(14) اللہ سے اپنی بیویوں اور اَولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتے ہیں۔

(15) پرہیزگاروں کی پیشوائی کے طالب ہوتے ہیں۔(الفرقان آیت نمبر 63 سے آیت نمبر 74 تک)

علاماتِ اولیاء

اولیاء وصوفیاء سے پوچھا گیا کہ ولی کی کیا علامت ہے؟ تو کبار اولیاء نے فرمایا: علامة الولی ثلاثة: شغله باالله وفراره الی الله وهمه الله. اولیاء کی علامتیں تین ہیں: 1-شغلہ باللہ، 2-وفرار الی اللہ، 3-وھمہ للہ

اولیاء کی علامتیں تین ہیں:

1-شغلہ باللہ: جس کا قلب وباطن، روح، ارادہ، خیال، توبہ، محبت اور دھیان ہر وقت اللہ کے ساتھ مشغول رہے۔ اللہ کے سوا اس کا دل اور ذہن کسی اور سے مشغول نہیں ہوتا۔ لہذا جب کسی سے مشغول نہیں ہوگا تو رذائلِ اخلاق غیبت، چغلی، حسد، مسابقت، نفرت، تہمت، الزام تراشی، حرص، طمع، کبر، نخوت، لالچ سے محفوظ رہے گا۔

2-وفرار الی اللہ: اس کا دل زہد عن الدنیا سے ایسا مالا مال ہوتا ہے کہ دل ہر شے سے بھاگ کر اللہ کی طرف راجع ہو جاتا ہے۔ اللہ کے تعلق کے سوا اسے سکون نہیں ملتا، اللہ کے انس کے سوا اسے قرار نہیں ملتا اور اللہ کے وصال کے سوا اسے اطمینان نہیں ملتا۔

3-وھمہ للہ: اس کا فکر وخیال اور ارادہ وہمت ہر وقت خالصتاً اللہ کے لئے رہتی ہے۔

ولایت اور صفائے قلب کا حصول

حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ اگر یہ مقام چاہتا ہے کہ اُسے اللہ کی دوستی اور صفائے قلب نصیب ہو جائے تو: کن مع الله بلا خلق و کن مع الخلق بلا النفس.

'تصوف میں اعلیٰ درجہ اور ولایت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ معاملہ ایسا ہو کہ مخلوق درمیان میں نہ رہے اور مخلوق کے ساتھ معاملہ ایسا ہو کہ نفس درمیان میں نہ رہے'۔

یعنی اللہ کے معاملے سے اگر مخلوق درمیان میں سے نکل جائے اور مخلوق کے ساتھ معاملے میں نفس، میں، نکل جائے تو بندہ ولی ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ کی رضا کے لیے ہم کسی پر احسان کریں تو درمیان سے مخلوق اس طرح نکل جائے کہ اب جس پر احسان کیا گیا ہے بھلے وہ ہمیں گالی دے لیکن ہماری طبیعت میں ملال نہ آئے، اس لیے کہ ہم نے مخلوق کے لئے اس پر احسان نہیں کیا۔ جب اللہ کی رضا کے لیے کسی کے ساتھ بھلائی کی تو اس کی زیادتی سے ہمیں رنج نہیں ہونا چاہئے، اس لیے کہ ہم نے مخلوق کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے لئے اس پر احسان کیا۔ الغرض اللہ کے ساتھ جو معاملہ کیا، اس میں مخلوق نظر نہ آئے اور اگر کوئی معاملہ مخلوق کے ساتھ کیا تو درمیان میں نفس نہ آئے تو اس کو ولایت کہتے ہیں۔

ولی اللہ کی پہچان اور ولایت الٰہی کی شان؟

حضرت ابو علی جرجانیؒ فرماتے ہیں: ولی وہ ہے جو اپنے حال سے فانی اور مشاہدہ حق میں باقی ہو، اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ذات کی کوئی بات کرے، یا اللہ کے سوا کسی اور سے آرام وسکون پائے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں؛ ولی وہ ہے جسے کوئی خوف نہیں ہوتا، اس لئے کہ خوف اس چیز سے ہوتا ہے، جس کے آنے سے دل ناگواری محسوس کرتا ہو، یا وجود پر اس کا بوجھ پڑتا ہو، یا جو محبوب اس کے ساتھ ہے، س کے جدا ہونے سے ڈرتا ہے، اور ولی صاحبِ وقت ہوتا ہے، ویسے ہی اس کو امید (رجا) بھی نہیں ہوتی، اس لئے کہ امید اس پسندیدہ چیز کی ہوتی ہے، جس کا انسان دوسرے آئندہ وقت میں خواہش مند ہو یا ناپسندیدہ چیز کے دفع ہونے اور مٹنے کی امید ہوتی ہے، اور اسے کوئی غم بھی نہیں ہوتا، اس لئے کہ غم وقت کی کدورت سے پیدا ہوتا ہے، جو شخص رضا کے مقام پر فائز ہو یا موافقت کو اپنا مسلک بنا چکا ہو، وہ غم کس چیز کا کھائے گا؟

حضرت ابو عثمان مغربیؒ فرماتے ہیں:۔ ولی لوگوں میں مشہور ہوتا ہے مگر دنیا کا اسیر نہیں ہوتا''۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں

''ولی پوشیدہ ہوتا ہے، مشہور نہیں ہوتا''۔ یعنی ولی وہ ہوتا ہے جو شہرت سے پرہیز کرے، اس لئے کہ شہرت میں فتنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو عثمانؒ کے نزدیک شہرت جائز ہے، اس صورت میں کہ فتنے کا باعث نہ ہو۔ اس لئے کہ فتنہ جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے، اور ولی تو اپنی ولایت میں صادق ہوتا ہے، جھوٹے پر ولایت کے لفظ کا اطلاق کس طرح ہو سکتا ہے، جھوٹے کے ہاتھ پر کرامت کا ظہور بھی محال ہے، تاکہ اس سے فتنہ نہ پھیلے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو، اس نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا: ''دنیا وآخرت کی رغبت چھوڑ دے، اس لئے کہ دنیا کی رغبت ایک فانی چیز کی خاطر اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرنا ہے، اور آخرت کی

رغبت ایک باقی رہنے والی چیز کی خاطر اللہ سے روگردانی کرنا ہے، اگر فانی چیز سے اعراض ہے تو فانی کے فنا ہونے کے ساتھ یہ اعراض بھی باقی نہ رہے گا، لیکن اگر باقی رہنے والی چیز سے اعراض ہے تو اس پر فنا نہیں ہوگی۔ چنانچہ اس کے اعراض پر بھی فنا نہیں ہوگی، لہٰذا اپنے آپ کو دونوں جہان سے فارغ کر کے اللہ کی دوستی کے لئے تیار کرو، اور دنیا و آخرت کو اپنے دل میں راہ نہ دو، اور خدا کی طرف دلی توجہ کرو، تیرے اندر یہ اوصاف پیدا ہو جائیں تو ولایت دور نہیں''۔

حضرت ابو یزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا کہ ولی کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر و نہی پر قائم رہے''۔ اس لئے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوگی اس کے دل میں اللہ کے حکم کی عظمت بھی زیادہ ہوگی، اور اس کا جسم بھی اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی نہی سے دور ہوگا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا بیان ہے کہ ''ایک دفعہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ فلاں شہر میں ایک ولی اللہ موجود ہے، میں اس کی زیارت کے لئے روانہ ہوا، اُس کی مسجد میں پہنچا، تو اتفاق سے وہ بھی گھر سے مسجد میں آیا، آتے ہی اس نے مسجد میں تھوکا، میں وہیں سے بغیر سلام و کلام کے واپس ہو گیا، میں نے کہا ولی کے لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کی پابندی کرے، تا کہ حق تعالیٰ اس کی ولایت کی حفاظت کرتا رہے، اگر یہ شخص ولی اللہ ہوتا تو مسجد میں نہ تھوکتا۔ مسجد کی عزت و حرمت کا خیال کرتا، یا اللہ تعالیٰ اسے اس بات سے محفوظ رکھتا۔ اسی رات میں نے خواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپؐ نے فرمایا، بایزید! تم نے جو کام کیا ہے، اس کی برکتیں تمہیں پہنچ گئی ہیں، اس سے اگلے دن ہی میں اس درجے کو پہنچ گیا، جس پر تم سب لوگ مجھے دیکھ رہے ہو''۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ ابو سعیدؒ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے مسجد میں پہلے بایاں پاؤں رکھا، آپ نے فرمایا اسے واپس کرو، کیونکہ جو شخص محبوب کے گھر میں داخل ہونے کے آداب بھی نہیں جانتا، وہ ہمارے کام کا نہیں۔

ملحدین کا ایک گروہ ہے، جو طریقت سے اپنا تعلق جتلاتا ہے، اور کہتا ہے کہ خدمت (عبادت) اس وقت تک کرنی چاہئے کہ بندہ ولی ہو جائے جب ولی ہو جاتا ہے تو اس سے ہر قسم کی خدمت ساقط ہو جاتی ہے، یہ گمراہی ہے، راہ حق میں ایسا کوئی مقام نہیں جہاں خدمت (عبادت) یا خدمت کا کوئی رکن بندے سے اُٹھ جائے۔

''کرامات''

واضح رہے کہ تکلیف شرعی کے دائرے میں رہ کر ولی سے کرامات کا صدور جائز ہے، اور اہلسنّت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے، نیز یہ عقل کے نزدیک بھی ناممکن اور محال نہیں، اس لئے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہیں اور ان کا اظہار بھی شریعت کی کسی اصل کے خلاف نہیں، اور اس طرح کی باتیں وہم سے بھی بعید اور خارج نہیں ہیں، کرامت صداقت ولی

کی نشانی ہوتی ہے، جھوٹے سے اس کا صدور جائز نہیں اور اس سے سوائے جھوٹے دعوے کے اور کیا ظاہر ہوسکتا ہے؟ اور کرامت ایک ایسا خلاف عادت فعل ہے جو ولی سے مکلف ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور جو معرفت الٰہی سے استدلال کی روشنی میں سچ کو جھوٹ سے الگ کرسکے، وہ ولی ہے۔ اہلسنّت کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ کرامت درست ہے مگر معجزے کی حد تک نہیں، مثلاً خلاف عادت دعاؤں کا قبول ہونا یا اس سے کسی مراد کا حاصل ہونا وغیرہ۔ ہم کہتے ہیں کہ سچے ولی کے ہاتھ پر دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے کسی خلافِ عادت فعل کے ظہور میں آخر قباحت کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ کرامات قدرت الٰہی سے باہر ہیں، تو یہ گمراہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کی قدرت اور اختیار میں تو ہیں، مگر ولی کے ہاتھ پر ان کے ظہور سے نبوت کا ابطال ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت باقی نہیں رہتی، تو یہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ ولی کی خصوصیت کرامات سے ہے اور نبی کی خصوصیت معجزات سے۔

اگر یہاں کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ولی کی کرامت ناقصِ عادت ہوتی تو وہ نبوت کا دعویٰ کرتا، یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ قول کی سچائی ولایت کی شرط ہے، اور خلاف حقیقت دعویٰ کرنا جھوٹ ہے اور جھوٹا ولی نہیں ہوسکتا۔ اگر ولی نبوت کا دعویٰ کرے تو یہ معجزے پر دست اندازی ہے اور یہ خالص کفر ہے، اور کرامت سوائے مومن مطیع کے اور کسی کو میسر نہیں ہوتی، جھوٹ طاعت نہیں معصیت ہے، لہٰذا کرامت نبی کی نبوت کی حجت اور اس کی دلیل ہے، کرامات اور معجزات کے درمیان کسی قسم کا تشابہ باقی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ پیغمبر اپنی نبوت کا ثبوت معجزات کے ثبوت سے دیتا ہے اور ولی بھی اپنی کرامت سے نبی کی نبوت کا اثبات کرتا ہے۔

اُمت کی کرامت درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے، چونکہ آپ کی شریعت باقی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی حجت اور دلیل بھی باقی رہے۔ لہٰذا اولیائے کرام رسول کی صداقت کے گواہ ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ کسی غیر کے ہاتھ پر کرامت کا صدور ہو، اس بارے میں حضرت ابراہیم خواصؒ سے ایک حکایت بیان کی جاتی ہے جو یہاں انتہائی مناسب حال ہے۔

حضرت ابراہیم خواصؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حسب عادت خلوت کی خاطر جنگل میں گیا۔ اچانک گوشے سے ایک شخص باہر نکل آیا اور اس نے میری صحبت میں رہنے کی اجازت طلب کی، میں نے اس پر نگاہ ڈالی تو میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہوگئی، میں نے کہا یہ کیا بات ہے؟ اتنے میں وہ مجھے کہنے لگا ابراہیم! رنجیدہ خاطر نہ ہوئیے! میں ایک نصرانی راہب ہوں، اور روم سے آپ کی صحبت اختیار کرنے کی خاطر آیا ہوں۔

حضرت ابراہیم کا بیان ہے کہ جب مجھے علم ہوا کہ یہ بیگانہ (غیر مسلم) ہے تو میرے دل کو سکون آ گیا اور میرے لئے اس سے صحبت کا راستہ اور حقوق صحبت کی ادائیگی آسان ہوگئی۔ میں نے اسے کہا: اے نصاریٰ کے راہب! میرے پاس کھانے

پینے کی کوئی چیز نہیں۔ مبادا اس جنگل میں تمہیں تکلیف ہو، اس نے کہا ابراہیم! دنیا میں تیرے نام کا ڈنکا بج رہا ہے اور تو ابھی تک کھانے پینے کی فکر میں پھنسا ہوا ہے، آپ کا بیان ہے کہ مجھے اس کی اس بے تکلفی پر تعجب ہوا اور میں نے اسے اپنی صحبت میں قبول کرلیا۔ اس خیال سے کہ تجربہ تو کروں کہ وہ اپنے دعوے میں کہاں تک سچا ہے۔ جب ہمیں اس جنگل میں سات دن رات گزر گئے تو پیاس نے غلبہ کیا، وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، ابراہیمؒ! دنیا میں تمہاری شہرت کے اس قدر نقارے بج رہے ہیں، لاؤ نکالو اگر کچھ ہے، تمہارے پاس! آپ کی جناب میں اس گستاخی کی وجہ یہ ہے کہ اب مجھے پیاس کی وجہ سے صبر کی طاقت نہیں رہی۔

✸ آپ کا بیان ہے کہ میں نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور عرض کی باری تعالیٰ! مجھے اس کافر کے سامنے رسوا نہ کر، اس لئے کہ اس نے بیگانہ ہوتے ہوئے مجھ پر نیک گمان کیا ہے۔ میرے بارے میں اس نے جو گمان کیا ہے وہ پورا فرما! آپ کا کہنا ہے کہ میں نے جونہی سر اٹھایا، تو ایک خوانچہ موجود تھا، جس میں دو روٹیاں اور دو گلاس پانی رکھا تھا، ہم نے روٹیاں کھائیں اور وہاں سے چل پڑے، جب دوسرے سات دن گزر گئے تو میں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ یہ نصرانی مجھ سے کوئی اور چیز طلب کرکے مجھے امتحان میں ڈالے۔ اس کا تجربہ کرنا چاہئے، تاکہ وہ اپنی ناکامی کی ذلت دیکھ لے۔ میں نے کہا کہ اے نصرانیوں کے راہب! آؤ آج تمہاری باری ہے، آخر پتہ تو چلے کہ مجاہدات نے تمہیں کیا ثمرہ دیا ہے؟

اس نے سر زمین پر رکھ دیا اور کچھ کہا، اتنے میں ایک طشت نمودار ہوا، جس پر چار روٹیاں اور چار گلاس پانی موجود تھا۔ مجھے اس بات سے سخت تعجب ہوا، اور میں رنجیدہ خاطر ہوا۔ ساتھ ہی اپنے احوال سے ناامید ہو گیا، اور ارادہ کرلیا کہ میں اس میں سے کچھ نہیں کھاؤں گا، کیونکہ یہ ایک کافر کے لئے آیا ہے۔ اب یہ اس کی طرف سے اعانت ہوگی، میں اسے کیسے کھا سکتا ہوں! وہ مجھ سے کہنے لگا ابراہیم! کھاؤ! میں نے کہا میں نہیں کھاؤں گا، اس نے پوچھا آخر کس وجہ سے نہیں کھا رہے ہو؟ میں نے کہا اس لئے کہ کرامت کے تم اہل نہیں ہو، اور یہ تمہارے حال کی جنس سے نہیں ہے، میں تمہارے معاملے میں متعجب ہوں، اگر اسے کرامت قرار دیتا ہوں تو کافر سے کرامت کا صدور جائز نہیں۔ اگر اسے اعانت کا نام دیتا ہوں تو بھی مجھے اعتراض ہے۔

اس نے کہا ابراہیم کھاؤ! اور دو باتوں کی خوشخبری سنو! ایک تو میں اسلام قبول کرتا ہوں اور کہتا ہوں ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں'' اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا بڑا مرتبہ اور درجہ ہے، میں نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا، میرے پاس اس قسم کی کوئی چیز نہ تھی، میں نے تمہاری شرم کی وجہ سے سر زمین پر رکھا، اور عرض کی کہ یا اللہ! اگر حضرت محمد مصطفیٰؐ کا دین برحق اور تیرا پسندیدہ ہے، تو مجھے

روٹیاں اور دو گلاس پانی عطا فرما، اور اگر ابراہیم خواص تیرا ولی ہے تو مجھے مزید دو روٹیاں اور دو گلاس پانی مرحمت فرما۔ یہ کہہ کر میں نے سر اٹھایا تو طشت سامنے موجود تھا، چنانچہ حضرت ابراہیم خواصؒ نے وہ کھانا تناول فرمایا، وہ راہب بزرگان دین کے مرتبے کو پہنچا، یہ کرامتِ ولی کی شکل میں عین نبی کا معجزہ ہے، اور یہ انتہائی نادر بات ہے کہ غیبت کی حالت میں نبی غیر کو معجزہ دکھائے یا ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو اس کی کرامت کا فیض ملے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ مقام ولایت کے منتہا پر فائز ہونے والے کو اس راہ کے مبتدی کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا! وہ راہب بھی ساحرانِ فرعون کی طرح پوشیدہ حال تھا۔ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کے معجزے کی تصدیق کی اور راہب نے بھی نبوت کی صداقت اور ولایت کی شان دیکھنی چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حسن عنایت سے اس کا مقصد پورا کر دیا، لہٰذا کرامت اور معجزے کے درمیان فرق ظاہر ہے، یہ بحث کافی طویل ہے، مضمون میں اس کی گنجائش نہیں اور اولیاء اللہ سے کرامات کا اظہار ایک دوسری کرامت ہے، اس لئے کہ ولایت کی شرط کرامات کا چھپانا ہے نہ کہ انہیں بہ تکلف ظاہر کرنا۔

مشائخ طریقت اور تمام اہلسنّت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کافر کے ہاتھ پر معجزے اور کرامت کی طرح کوئی خلافِ عادت فعل ظاہر ہوسکتا ہے، مگر یہ فعل ایسا ہوگا جسے کرامت اور معجزے کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت کا امکان بھی نہیں ہوگا، اور کسی کو ایسے شخص کے جھوٹے ہونے میں قطعاً کوئی شک نہ ہوگا، بلکہ خود اس کا وہ فعل اس کے جھوٹ کی دلیل ہوگا۔

جیسے فرعون نے چار سو سال کی عمر پائی، مگر اس دوران وہ کبھی بیمار نہیں ہوا۔ اس کے عقب میں پانی بلند سطح پر ہوتا، وہ رک جاتا تو پانی بھی رک جاتا اور وہ چلتا تو پانی بھی چل پڑتا۔ اس طرح کی اور باتوں کے باوجود کسی عقل مند کو بھی اس بات میں شک وشبہ نہیں کہ وہ اپنے دعویٰ خدائی میں جھوٹا اور کافر تھا۔ اس لئے کہ عُقلاء اللہ تعالیٰ کو مجسم اور مرکب تسلیم نہ کرنے پر مجبور ہیں، چنانچہ اگر ان سے زیادہ واقعات فرعون کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے تو بھی انہیں اس کے دعوے کے جھوٹا ہونے میں شبہ نہ ہوتا۔

شداد صاحبِ ارم اور نمرود کے ایسے واقعات کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ اسی طرح مخبر صادق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجّال کے بارے میں فرمایا کہ وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا، اس کے دائیں بائیں دو پہاڑ اس کے ساتھ چل رہے ہوں گے، دائیں طرف والا پہاڑ جنت کا نمونہ ہوگا اور بائیں طرف والا دوزخ کا۔ لوگوں کو اپنی خدائی کی دعوت دے گا، جو اس کی دعوت قبول نہ کرے گا، اسے عذاب دے گا، اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی کے سبب لوگوں کو مارے گا، اور پھر زندہ کرے گا، سارے عالم میں اسی کا حکم چلے گا، اگر وہ ان کے علاوہ سو گنا زیادہ خلاف عادت واقعات دکھائے تو بھی کسی عقل مند کو اس کے جھوٹا ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ صاحب عقل آدمی یہ ضرور سوچے گا کہ اللہ تعالیٰ نہ تو گدھے کی سواری کرتا ہے، اور نہ ہی اس پر تغیر اور تلوّن جائز ہے، یہ باتیں استدراج کے حکم میں آتی ہیں۔

یہ بھی جائز ہے کہ کسی جھوٹے مدعی رسالت کے ہاتھ پر خلاف عادت فعل کا ظہور ہو، مگر یہ فعل اس کے جھوٹ کی دلیل ہوگا۔ البتہ + سچے کے ہاتھ سے خلاف عادت فعل کا ظہور اس کی سچائی کی علامت ہوگا یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ کوئی ایسا خلاف عادت فعل ظاہر ہو، جس کی پہچان میں شبہ پڑ جائے، کیونکہ اگر شک وشبہ کی گنجائش ہو تو پھر جھوٹے اور سچے کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو جائے گا، اور طالب حقیقت کو قطعاً یہ پتہ نہیں چلے گا کہ وہ کس کی تصدیق کرے اور کس کی تکذیب؟ کیونکہ ایسے میں کسی ایک بات کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہوگا، اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی مدعی ولایت کے ہاتھ پر کرامت قسم کی کوئی چیز ظاہر ہو، جو دین میں صحیح اور درست ہو، اگرچہ معاملات کے اعتبار سے وہ خود بہت اچھا نہ ہو، اس لئے کہ وہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا اثبات کر رہا ہے اور فضلِ خداوندی کا ممنون احسان ہے۔ وہ اس فعل کو اپنی طاقت وقوت کا کرشمہ نہیں سمجھتا اور جو اصل ایمان میں کسی خرق عادت کے بغیر سچا ہے وہ دیگر تمام احوال میں اپنے اعتقاد کے مطابق ولی سمجھا جائے گا۔

اگرچہ اس کے اعمال اعتقاد کے مطابق نہ ہوں، اس کے ظاہری اعمال کا نقص یا خرابی اسی طرح اس کی ولایت کی نفی نہیں کرتی، جیسے یہ چیز اس کے ایمان کی نفی نہیں کرتی۔

درحقیقت کرامت اور ولایت عطیہ الٰہی ہے نہ کہ کسب بندہ، انسانی کوشش اور کسب حقیقت ہدایت کا سبب نہیں بن سکتے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اولیاء معصوم نہیں ہوتے، اور نہ ہی عصمت ولایت کی شرط ہے، البتہ وہ ہر ایسے فعل سے محفوظ رہتے ہیں جس کا وجود ولایت کے منافی ہو، اور ولایت ختم ہو سکتی ہے مگر ارتداد سے، گناہ سے نہیں۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(آگے والا آخری پیج بھی لازمی پڑھیں، شکریہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ جماعت علمائے اہلسنت لاہور کے زیر اہتمام جید علمائے کرام اور مفتیان عظام کی سرپرستی میں جمعۃ المبارک کے خطبات بڑی محنت سے تیار کیے جاتے ہیں۔ ہمارا مقصود صرف اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور انکے پیغام کو اسکے بندوں تک پہنچانا ہے۔ یہ جتنا بھی کام ہے فقط اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل واحسان ہے اور اس میں جتنی بھی کمی یا کوتاہی ہے وہ ہم ناقص لوگوں کے سبب ہے۔ آپ خطبہ جمعۃ المبارک کا مطالعہ فرمائیں اور اسکو زیادہ سے زیادہ اللہ ورسول کی رضا کیلئے دوسروں کا بھیجیں اور جو غلطیاں یا قابل اصلاح عمل ہو اسکی بہتری کے لیے نیچے دیے گئے رابطہ نمبرز پر ہماری اصلاح فرمائیں۔ اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ پاک آپکا حامی وناصر ہو۔

والسلام مع الاکرام

اراکین شعبہ نشرواشاعت جماعت علمائے اہلسنت لاہور

0321-7268528	0321-7268527	0308-0453730